ابراہیم علیہ السلام کی زندگی مثالی کیوں؟

عبدالمجید بن عبدالوہاب مدنی
داعی اسلامک ریسرچ سینٹر العیون۔الأحساء۔سعودی عرب

اللہ تعالیٰ نے ہم انسانوں کی ہدایت ورہبری کے لئے کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام کو اس دنیا میں مبعوث فرمایا، ان برگزیدہ ہستیوں میں سے پانچ اولوالعزم رسول قرار پائے جن کا تذکرہ خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بطور خاص کیا ہے نوح علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام، موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام اور ہادی برحق محبوب دوعالم ختم الرسل، حضرت محمد الرسول اللہ ﷺ۔

یوں تو اللہ کے بھیجے ہوئے ان پانچوں اولوالعزم رسولوں اور پیغمبروں کی زندگی کم وبیش اپنے اپنے زمانے میں ان کے ماننے والوں کے لئے مشعل راہ تھی اور بعض رسولوں کی زندگیاں قیامت تک کے انسانوں کے لئے عملی اسوۂ نمونہ اور مثالی ہیں مگران برگزیدہ ہستیوں میں ایک ایسی درخشندہ زندگی اور عظیم خصوصیات کی حامل شخصیت تاریخ اور انسائیکلو پیڈیا میں ہم کو نظر آتی ہے جو اس باب میں نمایاں ممتاز اور منفرد دکھائی دیتی ہے یہ عظیم شخصیت اور مثالی زندگی دین حنیفی کے سب سے بڑے علمبردار، قبیل حق وصداقت، بابل کے مبلغ اعظم سیدنا ابراہیم خلیل اللہ کی زندگی ہے۔ آپ کی زندگی کے شاندار واقعات اور عزم ویقین کے محیر العقول کارنامے تاریخ کے لئے باعث عزت بھی ہیں اور قابل فخر بھی، آپ کی خلوص وللٰہیت ایثار وفدویت اور راہ حق میں عظیم ترین قربانی کی زندگی پر ہزاروں لاکھوں بلکہ کروڑوں زندگیاں قربان کی جاسکتی ہیں۔

سوچنے اور غور کرنے کا مقام ہے کہ آمنہ کے لال اور عبداللہ کے دریتیم خود افضل الرسل اور رحمۃ اللعالمین ہیں مگر اللہ اکبر سیدنا ابراہیم خلیل اللہ کی زندگی اس قدر تابناک، درخشندہ، روشن، اور لائق اتباع ہے کہ آپ کی پیروی کا حکم خود اس انسان کامل کو ہوا جس کی زندگی اعلیٰ ترین مثالی زندگی تھی اور جس کے لئے قرآن خود پکار پکار کر کہہ رہا ہے ﴿لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة﴾ الأحزاب ۲۱

یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ ہے۔

اس نبی کو قرآن میں مختلف اسلوب اور پیرائے میں اللہ رب العالمین بار بار یہ تلقین فرما رہا ہے (فاتبع ملة ابراهيم حنيفا) ﴿واتبع ملة ابراهيم حنيفا﴾ آپ اپنے لئے ابراہیم علیہ السلام کی زندگی کو نمونہ بنائیں، ابراہیم کی طرز زندگی کی پیروی کریں جو ہر طرف کٹ کر اللہ کے ہوچکے تھے۔

اور کہیں یہ فرماتا ہے: ﴿قد كانت لكم أسوة حسنة في ابراهيم والذين معه﴾ (الممتحنۃ ۴)

تمہارے لئے حضرت ابراہیم میں اور ان کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ ہے۔

اور کہیں یہ فرماتا ہے: ﴿ومن يرغب عن ملة ابراهيم إلا من سفه نفسه ولقد اصطفيناه في الدنيا وإنه في الآخرة لمن الصالحين﴾ (البقرۃ ۱۳۰)

دین ابراہیمی سے وہی بے رغبتی کریگا جو محض بے وقوف ہو ہم نے تو اسے دنیا میں بھی برگزیدہ کیا تھا اور آخرت میں بھی وہ نیکوکاروں میں ہے۔

اسی آیت کریمہ میں آگے چل کر اس مثالی زندگی کا ہلکا سا ملکوتی نقشہ کچھ یوں کھینچا گیا ہے: ﴿إذ قال له ربه أسلم قال أسلمت لرب االعالمين﴾ (البقرۃ ۱۳۱)

جب کبھی بھی انہیں ان کے رب نے کہا، فرمانبردار ہوجا، انہوں نے کہا میں نے رب العالمین کی فرمانبرداری کی۔

ابراہیم کی زندگی ہر شخص کے لئے اسوۃ اور نمونہ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے توحید الٰہی کی ازلی اور ابدی صداقتوں پر سب سے پہلے لبیک کہا اور ہر طرف سے کٹ کر اور سارے جہان سے بیزار ہو کر قول وعمل اور نظر وفکر کی پوری حاضری کے ساتھ کلیۃ آپ کی ساری زندگی رب العالمین کے لئے ہوگئی۔

محترم قارئین: قرآن حکیم کی روشنی میں اگر ابراہیم علیہ السلام کی زندگی کا صرف سرسری مطالعہ کیا جائے تو اس سے دو بات ابھر کر سامنے آتی ہے۔

۱۔ ہر حال میں حق بات کہنے کی جرات وجسارت اور انتہائی حکیمانہ اور مؤثر انداز میں اس کی طرف دعوت۔

۲۔ حق کی طرف دعوت کی راہ میں آنے والی کٹھنائیوں اور پریشانیوں کو پیشانی پر بل لائے بغیر صبر کے ساتھ برداشت کرلینا اور یہی ایک مؤمن کی زندگی کا مطلوب اور مقصود بھی ہے جسے ابراہیم علیہ السلام نے بلاخوف وخطر پوری زندگی برتا اور جاری رکھا، دنیا میں جس چیز سے بھی انسان محبت کرتا ہے کوئی ایسی چیز نہ تھی جس کو انہوں نے اللہ کی راہ میں قربان نہ کیا ہو، جن خطرات کو انسان محسوس کرنا بھی گوارا نہیں کرتا اسے انہوں نے ہردم جھیلا اور مسکرا کر پار کیا اور پیشانی پر بل نہیں آنے دیا۔ غرضیکہ آپ کی پوری زندگی ابتلاء اور آزمائش

سے عبارت ہے۔
قرآن مجید کا انداز بیان ملاحظہ ہو:﴿وإذ ابتلیٰ ابراهیم ربه بکلمات فأتمهن قال إنی جاعلك للناس إماما ﴾البقرة ۱۲۴
جب ابراہیم علیہ السلام کو ان کے رب نے کئی کئی باتوں سے آزمایا اور انہوں نے سب کو پورا کر دیا تو اللہ نے فرمایا کہ میں تمہیں لوگوں کا امام بنا دوں گا۔
آیت کریمہ کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کلمات سے مقصود حکم الٰہی کی تعمیل میں قوم سے ان کی جدائی، نمرود سے ان کا مباحثہ، آتش نمرود میں پھینکے جانے پر ان کا صبر، وطن سے ہجرت، لخت جگر کی قربانی وغیرہ یہ تمام آزمائشیں شامل ہیں جن سے حضرت ابراہیم علیہ السلام گزارے گئے۔(فتح القدیر ا/۱۱۵)
محترم قارئین: قرآن مجید کا جب آپ مطالعہ کریں گے تو یہ بات واضح ہونے میں دیر نہیں لگے گی کہ ان تمام ہی آزمائشوں کا تذکرہ انفرادی طور پر بھی قرآن میں موجود ہے۔
آیئے ہم قدرے تفصیل سے ان امتحانات اور آزمائشوں کو جاننے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ یہ بھی واضح ہو سکے کہ ان ابتلاءات سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے۔
ابراہیم علیہ السلام کا پہلا امتحان: ان کی فکر و نظر اور عقل و شعور، فطری سوجھ بوجھ، فہم و فراست، سنجیدگی اور سلیقہ مندی کا تھا اور اس امتحان میں انہوں نے کامیابی کیسے حاصل کی قرآن کا انداز بیان دیکھئے﴿ولقد آتینا ابراهیم رشده من قبل و کنا به عالمین ﴾(الأنعام ۷۴)
یقیناً ہم نے ابراہیم کو سوجھ بوجھ اس سے پہلے بخشی تھی اور ہم جانتے تھے کہ وہ اس رشد کا اہل ہے•••••
فطری سوجھ بوجھ، سنجیدگی اور سلیقہ مندی کی دولت ایک بڑی دولت ہے جسے ابراہیم کے رب نے بچپن ہی سے انہیں نواز رکھا تھا حق اور باطل کے درمیان فرق اور تمیز کی صلاحیت دے رکھی تھی اسی معرفت کے بدولت وہ بچپن ہی سے ہر قسم کے شرک سے بیزار تھے اور یہ فطرت سلیم انہیں کیوں نہ عطا کی جاتی جب کی انہیں دنیا کا امام اور پیشوائے موحدین بنانا تھا، یوں بھی یہ اللہ کی سنت رہی ہے کہ وہ جن حضرات کو نبوت عطا کرتا ہے ان کی یوم پیدائش سے لیکر یوم وفات تک نگرانی و حفاظت کرتا ہے۔
ابراہیم علیہ السلام کا بچپن:
سیدنا ابراہیم بابل کی سرزمین میں ایک بہت بڑے بت پرست گھر میں پیدا ہوئے تھے آپ کے والد بزرگوار کا نام آزر تھا ابراہیم خلیل اللہ نے آنکھ کھولتے ہی چاروں طرف ارباب من دون اللہ کی فرمانروائی کا نظارہ فرمایا جس گھر میں انہوں نے جنم لیا اس کی رگ رگ میں شرک رچا، بسا تھا، باپ آزر نہ صرف یہ کی بتوں کو بناتا اور فروخت تھا کرتا تھا بلکہ وہ بتوں کو پوجتا تھا اور بتوں کی منڈی کا مہنتھ اور پردھان بھی تھا ایسے ماحول میں ابراہیم علیہ السلام نے آنکھیں کھولیں لیکن فطری سوجھ بوجھ اور حق اور باطل کے درمیان فرق اور امتیاز کی فطری صلاحیت نے انہیں شرک کی غلاظت و گندگی سے دور رکھا۔
جب بچپن کی بہاریں ختم کر چکے اور جوانی کا زمانہ آیا تو باپ نے اپنے آبائی دین کی ترغیب دی لیکن معاملہ اس کے برعکس ہوا قرآن کا انداز بیان دیکھئے﴿ وإذ قال ابراهیم لأبیه ازر اتتخذ اصناما الهة إنی اراك وقومك فی ضلال مبین و کذلك نری ابراهیم ملکوت السموات والأرض ولیکون من الؤقنین ﴾ (الأنعام ۷۴)
اور وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر سے فرمایا کہ کیا بتوں کو معبود قرار دیتا ہے؟ بیشک میں تجھ کو اور تیری ساری قوم کو صریح گمراہی میں دیکھتا ہوں۔
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم ستارہ پرست تھی، ان کے خاندان اور قوم کے لوگ اس کو پوجتے تھے لیکن اللہ نے آپ کے دل کو نور ایمانی سے منور کرنا چاہا اس لئے معرفت حق کی انہیں پہچان دی، قرآن کا انداز بیان دیکھئے﴿و کذلك نری ابراهیم ملکوت السموات والأرض ولیکون من المؤقنین﴾(الأنعام ۷۵)
اور ہم نے ایسے ہی طور پر ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمین کی مخلوقات دکھلائیں اور تاکہ کامل یقین کرنے والوں سے ہو جائیں۔
ایک رات جب کہ آسمان پر ستارے پھیلے ہوئے تھے اور آپ کی قوم جمع تھی اور ایک ستارہ کو آسمان پر آب و تاب سے چمکتے ہوئے دیکھا تو فرمایا یہ میرا رب ہے قرآن کا انداز بیان سنئے﴿ فلما جن علیه اللیل رای کو کبا قال هذا ربی﴾(الأنعام ۷۶)
پھر جب رات کی تاریکی ان پر چھا گئی تو انہوں نے ایک ستارہ دیکھا آپ نے فرمایا کہ یہ میرا رب ہے۔
تھوڑی ہی دیر میں جب چمکتا چاند نمودار ہوا اور ستارے کی روشنی پھیکی پڑنے لگی تو بیساختہ پکار اٹھے لا أحب الآفلین) جو ڈوب جائے وہ رب کیسے۔
﴿ فلما رأی القمر بازغا قال هذا ربی فلما افل قال لئن لم یهدنی ربی لأکونن من القوم الضالین ﴾(الأنعام ۷۷)
پھر جب چاند کو دیکھا چمکتا ہوا تو فرمایا کہ یہ میرا رب ہے لیکن جب وہ غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر مجھ کو میرے رب نے ہدایت نہ کی تو میں گمراہ لوگوں میں شامل ہو جاؤں گا۔
﴿ فلما رأی الشمس بازغة قال هذا ربی هذا أکبر فلما أفلت﴾(الأنعام ۷۸)

پھر جب آفتاب کو دیکھا چمکتا ہوتو فرمایا کہ یہ میرا رب ہے یہ تو سب سے بڑا ہے پھر جب وہ بھی غروب ہو گیا
تو آخر میں آپ نے قوم سے خطاب کر کے فرمایا:﴿ قال يقوم إني بريءٌ مما تشركون ﴾ (الأنعام ۷۸)
قوم کے لوگو بے شک میں تمہارے ٹھہرائے ہوئے شریکوں سے بیزار ہوں۔
شرک کے اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں فطری سوجھ بوجھ اور حق اور باطل کے درمیان فرق اور امتیاز کی خداداد صلاحیت کی رہنمائی میں دنیاوی نظام اور کائناتی دستور کو دیکھتے ہوئے ابراہیم علیہ السلام اس نتیجہ کو پہونچے کہ ان کے دل کی گہرائیوں سے یہ نعرہ بلند ہوا﴿إني وجهت وجهي للذى فطر السموٰات والأرض حنيفا وما أنا من المشركين قل إن صلاتي ونسكي ومحياي ومماتي للله رب العامين لاشريك له وبذلك أمرت وأنا أول المسلمين﴾ (الأنعام ۷۹)
میں اپنا رخ اس کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا یکسو ہو کر، اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔
یہ ابراہیم علیہ السلام کی سوجھ بوجھ، عقل سلیم، سمجھداری اور دور اندیشی کی مثالیں تھیں جو شرک کے اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں روشنی اور ہدایت بنی اور اس امتحان میں انہوں نے شاندار کامیابی حاصل کی۔
آج مزاروں اور درگاہوں پر آستھا اور امید کے نام پر بیٹھے ہوئے لوگ کاش کی توحید کی اس حقیقت کو سمجھ پاتے اور اپنی پیشانیوں کو شرک کی غلاظت و گندگی میں ڈوبنے سے بچا پاتے۔
ابراہیم علیہ السلام کی عملی دعوت کا امتحان:
اب دوسرا امتحان عمل کا شروع ہوا، قوت ارادی کی آزمائش کی ابتداء ہوئی، سیرت و عمل کی پختگی کا امتحان شروع ہوا، ابراہیم علیہ السلام اپنی دعوت کا آغاز کرتے ہیں لیکن کہاں سے؟ اپنے گھر سے قرآن پڑھئے اسی بات کا حکم پیغمبر اعظم کو ہوا تھا کہ آپ سب سے پہلے اپنے اقرباء کو اللہ کا خوف دلائیں۔﴿وأنذر عشيرتك الأقربين ﴾ (الشعراء ۲۱۳)
ابراہیم علیہ السلام نے بھی دعوت کی شروعات اپنے باپ سے کی، سب سے پہلے کشمکش اپنے والد آزر سے ہوئی بڑی ہی لجاجت، خوش اخلاقی اور نرم انداز میں اپنی دعوت پیش کی قرآن کا انداز بیان دیکھئے﴿اذ قال لأبيه يا ابت لم تعبد ما لايسمع ولا يبصر ولا يغني عنك شئيا،يا ابت لاتعبد الشيطان ان الشيطن كان للرحمان عصيا﴾ (مریم ۴۲۔۴۳)
جبکہ انہوں نے اپنے باپ سے کہا کہ ابا جان! آپ ان کی پوجا پاٹ کیوں کر رہے ہیں جو نہ سنیں نہ دیکھیں؟ نہ آپ کو کچھ بھی فائدہ پہنچا سکیں۔
ظاہر ہے جو بت عام باتوں کو نہیں سن سکتے وہ تمہاری التجا اور فریاد کو کیونکر سن پائیں گے جو اپنی حفاظت آپ نہیں کر سکتے آستھا اور امید کے نام پر آپ کی مدد ہرگز نہ کر پائیں گے۔﴿يا ابت انى قد جائني من العلم ما لم يأتك فاتبعنى اهدك صراطا سويا﴾ (مریم ۴۳)
میرے مہربان باپ! آپ دیکھئے میرے پاس وہ علم آیا ہے جو آپ کے پاس آیا ہی نہیں تو آپ میری ہی مانیں میں بالکل سیدھی راہ کی طرف آپ کی رہبری کروں گا۔
ایسی راہ جو رحمٰن کی راہ ہوگی نہ کہ شیطان کی۔

﴿يا ابت لاتعبد الشيطان ان الشيطن كان للرحمان عصيا﴾ (مریم ۴۴)
میرے ابا جان آپ شیطان کی پرستش سے باز آ جائیں شیطان تو رحم و کرم والے اللہ تعالی کا بڑا ہی نافرمان ہے۔
اس کے بہکاوے میں پڑ کر آپ ابدی سعادت نجات اخروی سے محروم ہو جائیں گے
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے باپ کے ادب واحترام کے تقاضوں کو پوری طرح ملحوظ رکھا لیکن ان تمام لجاجتوں کے نتیجے میں مخالفت اور طعنہ زنی کے علاوہ کچھ نہ پایا اور مشرک باپ نے نہایت سخت الفاظ میں پتھر برسانے اور گھر سے نکالنے کی دھمکی دی قرآن کا انداز بیان دیکھئے﴿قال أراغب أنت عن الهتي يا ابراهيم لئن لم تنته لأرجمنك واهجرني مليا﴾ (مریم ۴۶)
اے ابراہیم کیا تو ہمارے معبودوں سے روگردانی کر رہا ہے سن اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے پتھروں سے مار ڈالوں گا جا ایک مدت دراز تک مجھ سے الگ رہ۔
اس بداخلاقی اور سخت کلامی کے باوجود ابراہیم علیہ السلام سپوت بیٹے کا فرض ادا کرتے ہوئے انتہائی نرمی اور تڑپ کا لحظہ اختیار کرتے ہوئے کہتے ہیں﴿سأستغفر لك ربى انه كان بى حفيا﴾ (مریم ۴۶)
میں اپنے پروردگار سے تمہاری بخشش کی دعا کرتا رہوں گا۔
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ اس وقت کہا تھا جب ان کو مشرک کے لئے مغفرت کی دعا کرنے کا علم نہیں تھا۔

غور کرنے کا مقام ہے ابراہیم علیہ السلام کو سنگسار کرنے کی دھمکی اور گھر سے نکل جانے کا حکم دیا جا رہا ہے وہاں ,,سلام علیک ,, کہہ کر ابراہیم علیہ السلام کردار کی بلندی اور اعلیٰ سیرت کی اس آزمائش میں کس طرح کامیابی حاصل کرتے ہیں اور ایک باکردار بیٹے کا فرض کس طرح نبھاتے ہوئے اس میں پورے اترتے ہیں۔

جب باپ سے مایوسی ہوئی تو ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم سے مخاطب ہوئے اور انہیں بھی شیریں اور نرم لہجے میں توحید کا وعظ سنایا، مختلف اسلوب اور پیرائے میں بتوں اور مجسموں کی بے ثباتی کو بیان کیا اور دوٹوک لفظوں میں قوم کی سفاہت اور ان کی گمراہی کو ان پر اس طور پر واضح کیا کہ تم چیزوں کے سامنے آستھا اور امید کے نام پر ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہوتے ہو اپنی پیشانیاں ٹیک دیتے ہو وہ بے حس وحرکت ہیں اور تمہارے لئے کسی بھی طرح سے نفع ونقصان کی مالک نہیں قرآن کا انداز بیان دیکھئے ﴿ما هذه التماثيل التى انتم لها عاكفون﴾ (لأنبیاء۵۲) یہ مورتیاں جن کے تم مجاور بنے بیٹھے ہو کیا ہیں؟

قوم کے لوگ جواب دیتے ہیں ﴿قالوا وجدنا عليه آبائنا لها عابدين﴾ (الأنبیاء۵۳) ہم اپنے باپ دادا کو انہیں کی عبادت کرتے ہوئے پایا۔

بعینہ یہی حال آج کے دور میں درگاہوں اور مزاروں سے وابستہ، بدعات وخرافات میں ڈوبے ہوئے مسلمانوں کا ہے۔

ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم کو اسلوب بدل کر مزید سمجھاتے ہیں ﴿أتعبدون ما تنحتون والله خلقكم وما تعملون﴾ الصافات ۹۶

تم انہیں پوجتے ہو جنہیں تم تراشتے ہو حالانکہ تمہیں اور تمہاری بنائی ہوئی چیزوں کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے۔

اور آخری چوٹ لگاتے ہوئے پوچھتے ہیں (أفتعبدون من دون الله ما لاينفعكم ولا يضركم أف لكم ولما تعبدون من دون الله أفلا تعقلون) الأنبیاء ۶۷

کیا تم اللہ کے علاوہ ان کی عبادت کرتے ہو جو نہ تمہیں کچھ بھی نفع پہنچا سکیں نہ نقصان، تف ہے تم پر اور ان پر جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو کیا تمہیں اتنی سی عقل بھی نہیں؟

ابراہیم علیہ السلام کی عملی دعوت اور بت شکنی:

یہاں پر امتحان شروع ہوتا ہے آپ کی جرات وجوانمردی کا فطری سوجھ بوجھ اور استقلال اور پائداری کا قوم کے لئے تیوہار کا دن آتا ہے توحید کا یہ متوالہ میلے میں شریک ہونے کے بجائے باطل کے بت خانہ میں گھس جاتا ہے اور جب وہاں پر ان کے سامنے طرح طرح کے پکوان دیکھتا ہے جو تبرک اور چڑھاوے کے طور پر ان کے سامنے پیش کیا گیا تھا تو یہ سوال کرتا ہے ﴿الا تأكلون مالكم لا تنطقون﴾ صفت ۹۱

کھاتے کیوں نہیں؟ تمہیں کیا ہو گیا کہ بات تک نہیں کرتے ہو۔

ظاہری بات ہے بت اور مورتیاں جواب دینے پر قادر کہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک قدم آگے بڑھے اور بتوں کو چکنا چور کر دیا قرآن کا انداز بیان دیکھئے ﴿ فراغ عليهم ضربا باليمين﴾ صفت ۹۱

اور پھر پوری قوت کے ساتھ داہنے ہاتھ سے انہیں مارنے پر پل پڑے۔

قوم کے لوگ جب واپس آئے اور بتوں کی یہ حالت دیکھی تو آگ بگولہ ہوئے، چیخ وپکار شروع ہوئی، بستی میں یہ خبر جنگل میں آگ کی طرح پھیلی اور پورے ملک میں کہرام مچ گیا لوگ اکٹھا ہوئے اور مشترکہ طور پر یہ آواز بلند ہوئی کہ ہمارے معبودوں کے ساتھ بے ادبی کرنے والا بڑا ظالم شخص ہے اس کو گرفتار کیا جائے اور قرار واقعی سزا دی جائے مجمع عام میں سے کچھ لوگوں نے کہا کہ ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ حرکت کرنے والا ابراہیم ہو سکتا ہے اسی کو ان بتوں کے خلاف باتیں کرتے ہوئے دیکھا گیا ہے، ابراہیم علیہ السلام کو لایا جاتا ہے مباحثہ شروع ہوتا ہے قرآن کا انداز بیان دیکھئے ﴿من فعل هذا بالهتنا انه لمن الضالمين ،قالوا سمعنا فتى يذكرهم يقال له ابراهيم ،قالوا فأتوا به على أعين الناس لعلهم يشهدون، قالوا أأنت فعلت هذا بالهتنا يا ابراهيم قال بل فعله كبيرهم هذا فاسئلوهم ان كانوا ينطقون﴾ الأنبیاء ۵۹ تا ۶۳

ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ حرکت کس نے کی ایسا شخص تو یقیناً ظالموں میں سے ہے، بولے ہم نے ایک نوجوان کو ان کا تذکرہ کرتے ہوئے سنا تھا جسے ابراہیم کہا جاتا ہے، سب نے کہا اچھا اسے مجمع میں لوگوں کی نگاہوں کے سامنے لاؤ تاکہ سب دیکھیں۔

کہنے لگے! اے ابراہیم کیا تو نے ہی ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ حرکت کی ہے انھوں نے جواب دیا بلکہ اس کام کو ان کے بڑے نے کیا ہے تم اپنے معبودوں سے ہی پوچھ لو اگر یہ بولتے چالتے ہوں۔

ابراہیم علیہ السلام نے قوم پر بھی اپنی حجت تمام کر دی لیکن کفر وشرک نے ان کے دلوں کو اس قدر سخت بنا دیا تھا کہ وہ حق کو قبول کرنے کے بجائے تعصب، اور قومی غیرت پر اتر آئے اور ابراہیم علیہ السلام کے برخلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔

نمرود سے مباحثہ:

عوام کے ساتھ اس مقابلہ میں کامیاب ہونے کے بعد اب حکومت اور اقتدار وقت سے مقابلہ کی نوبت آتی ہے بادشاہ وقت نمرود بھی مشرک، کینہ پرور اور ظالم تھا، مناظرہ شروع ہوتا

ہےاورابراہیم علیہ السلام اسے بھی لاجواب کردیتے ہیں قرآن کا انداز بیان دیکھئے﴿الم ترى الى الذى حاج ابراهيم فى ربه أن آتاه الله الملك إذقال ابرهيم ربى الذى يحى ويميت قال أنا أحى وأميت قال فإن الله ياتى بالشمس من المشرق فأت بها من المغرب فبهت الذى كفر والله لايهدى القوم الضالمين﴾ (البقرة۲۵۸)

کیا تونے اسے نہیں دیکھا جوسلطنت پاکر ابراہیم سے اس کے رب کے بارے میں جھگڑ رہا تھا، جب ابراہیم نے کہا کہ میرا رب تو وہ ہے جو جلاتا اور مارتا ہے، وہ کہنے لگا میں بھی جلاتا اور مارتا ہوں ابراہیم نے کہا اللہ تعالیٰ سورج کو مشرق کی طرف سے لے آتا ہے تو اسے مغرب کی جانب سے لے آ۔اب وہ کافر بھونچکارہ گیا، اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔

ابراہیم علیہ السلام آتش کی لپیٹ میں:

ابراہیم علیہ السلام کا جواب سن کر بادشاہ وقت ہکا بکارہ گیا اور وہ شرکشی پرآمادہ ہوگیا، اپنی شکست کی شرمساری سے بچنے کے لئے اور عوام کے مطالبہ پر حکم دیتا ہے کہ ابراہیم کو جلادو۔

ابراہیم علیہ السلام ایک اور آزمائش سے گزرتے ہیں۔قرآن کا انداز بیان دیکھئے﴿قالوا بنوا له بنيانا فألقوه فأرادوا به كيدا فجعلناهم الأسفلين﴾(الصافات ۹۷)

وہ کہنے لگے اس کے لئے ایک مکان بناؤ اور اس دہکتی ہوئی آگ میں اسے ڈال دو، انہوں نے ابراہیم کے ساتھ مکر کرنا چاہا لیکن ہم نے انہیں کو نیچا کردیا۔

شاعر مشرق ترجمان حقیقت علامہ اقبال رحمہ اللہ نے کیا ہی خوب کہا ہے:

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق　　عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت الی اللہ:

آگ کی لپیٹ سے بچنے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے ایک اور آزمائش ترک وطن اور ہجرت سامنے تھی، وطن کی مانوس ومحبوب سرزمین کو داغ فراق دینا، اپنی دولت اپنی وراثت اور اپنا سب کچھ چھوڑ کر ایک نامعلوم مقام کی طرف کوچ کرنا بڑا کٹھن مرحلہ ہوتا ہے جسے اللہ کے خلیل نے ہنستے مسکراتے سرانجام دیا اور تاریخ انسانی میں سب سے پہلا مہاجر ہونے کا اعجاز حاصل کیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ ہجرت حکومت وسلطنت سے ٹکرانے کے لئے نہیں، جہاد کے نام پر معصوم اور بے گناہ لوگوں کو قتل کرنے اور دہشت پھیلانے کے لئے نہیں بلکہ انہیں اپنا ایمان اور عقیدہ محبوب تھا اس کی حفاظت اور اس کی طرف لوگوں کو بلانے کے لئے نکلے تھے، انہوں نے سوسائٹی میں کوئی ہنگامہ نہیں کیا اور نہ ہی بے گناہ لوگوں کے قتل وخون سے اپنے دامن کو تر کیا بلکہ ایک نئی دنیا میں جاکر دین حنیف کی تبلیغ شروع کردی۔قرآن کا انداز بیان دیکھئے:﴿وقال إنى ذاهب إلى ربى سيهدين﴾(الصافات ۹۷)

میں اپنا گھربار سب چھوڑ رہا ہوں اور رہا یہ معاملہ کہ میرا ٹھکانہ کہاں ہوگا تو میں یہ معاملہ اللہ کے حوالہ کرتا ہوں وہی میری اس سلسلے میں رہنمائی فرمائے گا۔

آپ دریائے فرات کے مغربی کنارے سے ہوتے ہوئے حاران جو کوفہ ہی کی ایک بستی تھی وہاں پہونچے اور دین حنیف کی تبلیغ شروع کردی اس سفر میں آپ کی بیوی سارہ اور بھتیجے حضرت لوط مع اپنی بیوی کے ساتھ تھے کیونکہ وہ آپ پر ایمان لاچکے تھے(فآمن له لوط وقال إنى مهاجر الى ربى إنه هو العزيز الحكيم)العنکبوت ۲۶

پس حضرت ابراہیم پر حضرت لوط ایمان لائے اور کہنے لگے کہ میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں وہ بڑا ہی غالب اور حکیم ہے۔

پھر حاران سے یہ قافلہ فلسطین پہونچا اور پھر وہاں سے نابلس اور پھر مصر تشریف لے گئے اور یہاں پر کافی عرصہ تک دین حنیف کی دعوت وتبلیغ میں مصروف رہے۔جوانی کی عمر ڈھلنے کے بعد اللہ نے آپ کو اسماعیل کی صورت میں اولاد عنایت فرمائی، اللہ کی بے نیازی دیکھئے خلیل اللہ ہیں' لاڈلے نبی ہیں' معمار کعبہ ہیں مگر بے اولاد کیوں؟ بس اللہ کی مرضی، اللہ دینے پر اتر آئے تو کافروں اور فاسقوں کو درجنوں بچے دے دے اور اگر اسے امتحان مقصود ہو تو اپنے خلیل اور عظیم پیغمبر کو ترسادے لیکن سوال یہ ہے کہ خلیل اللہ نے مایوسی کے ان لمحات میں اگر پکارا تو کسے پکارا اولاد مانگی تو کس سے مانگی اسی سے جس کے پاس اولاد دینے کا خزانہ ہے: ﴿رب هب لى من الصالحين فبشرنه بغلام حليم﴾(الصافات ۱۰۰)

اے میرے رب! مجھے نیک بخت اولاد عطا فرما، تو ہم نے اسے ایک بردبار بچے کی بشارت دی۔

بچے کی پیدائش کے بعد ابراہیم علیہ السلام ایک اور آزمائش سے گزرتے ہیں، ابراہیم خلیل اللہ اپنے فولادی عزم وارادے کے تحت اٹھ کھڑے ہوئے ہجرت کی دشوار گزار وادیوں کی طرف چل نکلے خلیل اللہ کا یہ مقدس قافلہ ریگستان عرب کے تپتے ہوئے سینے کو عبور کرتا ہوا تیزی کے ساتھ منزل مقصود کی طرف چلا جا رہا تھا راہ حق کے ان مقدس مسافروں کا قافلہ تین افراد پر مشتمل تھا سیدنا خلیل تھے وفا شعار بیوی تھی اور آغوش مادر میں گلستان دل کا نونہال پودا تھا، یہ فرزند ارجمند تھا جس کو آگے چل کر اولوالعزم پدر کی مسند نبوت پر متمکن ہونا تھا اور جس کے لئے مرکز کائنات ہونا مقدر کیا جاچکا تھا، سیدنا خلیل نے رخت سفر کو پیٹھ پر بار کرلیا تھا اور جناب ہاجرہ نے دوش پر تخت کو باندھ لیا تھا دور دراز اور طویل مسافت سے یہ مسافرین چور ہوکر اس سرزمین پر پہونچے جس کو تاریخ عالم کا وہ مرکزی مقام اور لائق صد احترام زمین کہا جاتا ہے جس کو ہم ارض حرم اور وادی کوہ صفا کے نام سے موسوم

کرتے ہیں، بے آرام وسکون یہ لوگ کوہ صفا کے دامن میں فروکش ہوگئے، قدرت نے مقدر فرمادیا تھا کہ یہ مقدس ترین قافلہ اسی مقام پر نزول فرمائے گا۔
قربانی کا مرحلہ ابھی تمام نہیں ہوا اور آزمائش کی منزل ابھی ختم نہیں ہوئی ایک اور لرزہ خیز آزمائش یعنی محبوب ترین بیوی اور اکلوتے فرزند ارجمند کی المناک جدائی تھی اس دردناک منظر پر غور کرنے کے لئے قلب مؤمن کی ضرورت ہے۔
ارض حرم اور وادی کوہ صفا کی فضائیں آج متمدن اور پر رونق شہر کی شکل میں نظر آرہی ہیں مگر آج سے پانچ ہزار سال پہلے جب اللہ کے اولوالعزم اور وفا شعار خلیل تلاش حق میں اپنے اہل وعیال کو لے کر یہاں تشریف لائے تھے اس وقت کی فضا کا تصور بھی قلب وجگر کو لرزادیتا ہے چاروں طرف خوف کا عالم ہے تپتے ریگستانی میدانوں' خوفناک پہاڑیوں کا دور دراز تک طویل سلسلہ پھیلا ہوا تھا یہ وہ بنجر اور بے آب وگیاہ سنگلاخ وادی ہے جس کو قرآن عزیز نے وادی غیر ذی ذرع کا مناسب اور معقول لقب عطا فرمایا ہے ان خوفناک پہاڑیوں میں اور گرے پڑے کھنڈرات میں گزشتہ تہذیبوں کے آثار بھی نہیں ملتے یہ تپتی ہوئی ریگستانی سرزمین دور سے پانی سے بھری ہوئی کالی گھور گھٹاؤں کو دیکھتی ہے مگر نزول باران رحمت کے لئے زندگی بھر ترستی ہے۔
اس خوفناک اور شعلہ فگن وادی کا جس کی تلاش میں اللہ کے خلیل تشریف لائے تھے اس وادی غیر ذی ذرع اور زمین خشک میں حکم الٰہی کے مطابق سیدنا خلیل نے سیدہ ہاجرہ اور شیر خوار لخت جگر اسماعیل کو اللہ کے حوالے فرمایا اور آگے بڑھے۔
آرام وسکون اور خیر وعافیت کی فضا میں آج بھی بال بچوں سے بسا اوقات جدا ہوتے ہوئے قلب وجگر کی کیفیت تبدیل ہو جاتی ہے اور دماغی توازن برقرار نہیں رہتا ان حالات میں سیدنا خلیل اور سیدہ ہاجرہ اور معصوم شیر خوار اسماعیل کی المناک جدائی کا تصور کرتے ہیں تو قلب وجگر کے ٹکڑے ہو جاتے ہیں۔
وادی غیر ذی ذرع میں بیوی اور شیر خوار بچے کو چھوڑ کر سیدنا خلیل اللہ آگے بڑھے جب ذرا دور نکل گئے اور بیوی بچوں کی نگاہوں سے اوجھل ہوگئے تو بال بچوں کی فطری جدائی کا اثر ہوا اور فرط محبت میں آنکھیں اشک بار ہوگئیں اسوقت پہاڑ کے دامن میں کھڑے ہو کر اللہ کے خلیل نے ایک دعا مانگی یہ دعا خاص معنیٰ رکھتی ہے اس کا تذکرہ قرآن مجید کے پاروں میں ہوا ہے﴿ربنا إني أسكنت من ذريتي بواد غير ذی ذرع عند بيتك المحرم ربنا ليقيموا الصلاة فاجعل أفئدة من الناس تهوى إليهم وارزقهم من الثمرات لعلهم يشكرون﴾(ابراہیم ۳۷)
اے ہمارے پروردگار! میں نے اپنی کچھ اولاد اس بے کھیتی کی وادی میں تیرے حرمت والے گھر کے پاس بسائی ہے۔اے پروردگار! یہ اس لئے کہ وہ صلاۃ قائم رکھیں پس تو کچھ لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کردے۔اور انہیں پھلوں کی روزیاں عنایت فرما تاکہ یہ شکر گزاری کریں۔
اس دعا کی اثر آفرینی کا نظارہ کرنا چاہو تو آج عرب کے ریگستانی صحراؤں کی طرف ایک نگاہ حقیقت ڈالو ایام حج وقربانی میں سارے عالم سے کھینچ کر زائرین حرم وادی غیر ذی ذرع میں اکٹھے ہو جاتے ہیں اور منیٰ کی غیر آباد پہاڑیاں اللہ اکبر کی کبریائی کے نغموں سے گونج جاتی ہیں فراوانی رزق کا یہ عالم ہے کہ عرب کا سنگلاخ علاقہ آج زر وجواہرات سے لبریز ہو رہا ہے اور یہ زمین بے آب وگیاہ سونا چاندی اور بے شمار پٹرول کے چشمے ابل رہی ہے۔
سیدنا ابراہیم دعا فرمانے کے بعد ارض فلسطین کی طرف روانہ ہوگئے اور ماں آغوش الفت میں شیر خوار بچے کو دبائے ہوئے اس وادی وحشت میں اللہ کے توکل پر مطمئن ہو کر بیٹھی ہوئی تھیں سچ ہے﴿ومن يتوكل على الله فهو حسبه﴾(الطلاق ۳) اور جو شخص اللہ پر توکل کرے گا اللہ اس کے لئے کافی ہوگا۔

بھروسہ ہے جنہیں اپنے خدا پر　　　　نہیں لیتے سہارا نا خدا کا

یہ داستان فراق والم اور حکایت کرب وبلا بڑی طویل ہے اس لئے اس داستان کو یہیں چھوڑ کر آگے بڑھتے ہیں۔

آزمائش کی اہم ترین منزل:

یہ تاریخ کا اہم ترین واقعہ ہے اور ایک ایسی دشوار گزار آزمائش جس کو خود قرآن نے عظیم آزمائش کا نام دیا ہے اور یہ اکلوتے اور چہیتے فرزند ارجمند سیدنا اسماعیل ذبیح کے قربان کر دینے کا عظیم تاریخی کارنامہ ہے جس نے خلیل اور ذبیح کو زندگی جاوید بخش دی۔حضرت اسماعیل علیہ السلام بڑی آرزوؤں اور تمناؤں کے بعد عمر کے آخری حصہ میں پیدا ہوئے دعائے سحری میں بطور خاص پروردگار سے اس فرزند سعید وصالح کو مانگا تھا اب آج اسی کو قربان کر دینے کا مطالبہ ہو رہا ہے۔
قرآن عزیز کے انداز بیان اور اسلوب کلام سے اندازہ ہو رہا ہے کہ ان آزمائشوں میں بھی پروردگار کو اپنے خلیل کے جذبات کا خاص لحاظ تھا جیسا کہ ذبح کے واقعہ میں﴿إني أرى في المنام أني اذبحك فانظر ماذا ترىٰ﴾(الصافات ۱۰۲)
میرے پیارے بچے! میں خواب میں اپنے آپ کو تجھے ذبح کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں اب تو بتا کہ تیری کیا رائے ہے۔
آئندہ چل کر فرزند سعید وصالح کو اولوالعزم باپ کی مسند نبوت پر جلوہ فگن ہونا تھا اس لئے دونوں کے کردار میں کم وبیش یگانگت اور مساوات ہونی چاہئے تھی قرآن عزیز کے بیان

سے واضح ہورہا ہے کہ قربان گاہ کی آخری منزل پر پہونچ کر باپ بیٹے دونوں مثالی زندگی کا آئینہ ہو چکے تھے اور ایسا محسوس ہورہا تھا کہ گویا تسلیم ورضا اور فدویت وجانثاری کے دو آفتاب وماہتاب تھے جو منیٰ کی قربان گاہ پر چمک رہے تھے قرآن مجید کا بیان سنئے ﴿فلما أسلما و تله للجبين و ناديناه أن يا ابراهيم قد صدقت الرؤياانا كذلك نجزى المحسنين إن هذا لهو البلاء المبين ،وفديناه بذبح عظيم﴾ (الصافات ۱۰۶)

غرض جب دونوں مطیع ہوگئے اور باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل گرادیا تو ہم نے آواز دی کہ اے ابراہیم یقیناً تو نے اپنے خواب کو سچ کردکھایا، بیشک ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں، درحقیقت یہ کھلا امتحان تھا اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے فدیہ میں دے دیا۔

دراصل اللہ تعالیٰ کو بیٹے کو ذبح کروانا مقصود نہیں تھا بس یہاں اس محبت کو ذبح کروانا مقصود تھا جو اکثر اللہ کی محبت کے درمیان رکاوٹ کی سب سے بڑی وجہ بن جاتی ہے، ابراہیم علیہ السلام نے خون کی بیتاب پیاسی چھری کو لخت جگر اسماعیل کے حلقوم پر رکھ کر یہ ثابت کردیا کہ اللہ کے سوا ان کو کوئی چیز عزیز نہیں ہے، امتحان وآزمائش کہ یہ وہ آخری شکل وصورت تھی جس کے بعد آزمائش وابتلاء کا کوئی اور اونچا درجہ باقی نہیں رہتا، یہی وجہ ہے کہ اس عظیم ترین واقعہ کو قدرت کی طرف سے وہ حسین قبولیت عطا ہوا کہ پروردگار نے خوش ہوکر فرمایا ﴿إنى جاعلك للناس إماما﴾ البقرة ۱۲۴

میرے محترم اور قابل تقلید بندو اب ہم ابراہیم کو ساری کائنات کا امام اور پیشوا بنائے دیتے ہیں۔

محترم قارئین: زندہ قومیں اپنے اسلاف کی خدمات وتعلیمات کو جی جان سے سجوئے رکھتی ہیں اور اس پر کاربند رہتی ہیں اور آنے والی نسلوں کو مختلف صورتوں میں ان پر چلنے کی دعوت دیتی رہتی ہیں، ضرورت ہے اس بات کی کہ ہم اپنا محاسبہ کریں اپنی عبادت، اپنے اخلاق، اپنے معاملات، اپنی معاشرت بلکہ ہر چیز کا جائزہ لیں اور اپنی سیرت وکردار کو ابراہیمی صفات سے مزین کریں اور دنیائے انسانیت کو ایک دفعہ پھر توحید خالص کا صحیح پیغام ان تک پہونچائیں اور اللہ کے بندوں کو قبر پرستی، مزار پرستی، مظاہر پرستی سے نکال کر توحید کے رنگ میں رنگ دیں یہی اس وقت کی سب سے بڑی ضرورت ہے اور اسی پر چل کر امت مسلمہ نجات اور کامیابی کی راہ پر گامزن ہوسکتی ہے ۔

آج بھی ہو جو براہیم سا ایماں پیدا　　　آگ کرسکتی انداز گلستاں پیدا

رب العالمین ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کریں۔